Al-Qawārīr - Vol: 05, Issue: 02,
Jan – Mar 2024

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
Journal.al-qawarir.com

دعوت دین میں خواتین کے مسائل اور صحابیات کے مناہج تبلیغ: عصری تناظر میں اطلاقی مطالعہ

Women's Issues and Methodologies of the Companions in the Context of Invitation to Islam: An Applied Study in Modern Perspective

Hafiz Liaqat Ali Awan
PhD Scholar, Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

Abu Bakar Idrees
M Phil Scholar, Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

Version of Record

Received: 16-Jan-24 **Accepted**: 20-Feb-24
Online/Print: 24- Mar -2024

ABSTRACT

This study explores the intersection of women's issues and the methodologies of the companions within the framework of inviting others to Islam, with a focus on contemporary relevance. The research delves into the historical context of early Islamic society, examining the roles, contributions, and challenges faced by women during that era. Additionally, it investigates the approaches and methodologies employed by the companions of the Prophet Muhammad (peace be upon him) in propagating the message of Islam, particularly concerning women. By adopting an applied perspective, this study aims to bridge the gap between historical narratives and modern-day challenges. It analyzes how the principles and practices of the companions can be contextualized and applied in addressing contemporary issues related to women in the context of da'wah (invitation to Islam). The study seeks to extract valuable insights and lessons from the experiences of the companions, considering their cultural, social, and political milieu, and examines their relevance in today's diverse and dynamic societies.

Keywords: *Women's Issues, Companions of the Prophet, Da'wah, Islamic Methodologies, Contemporary Relevance, Gender Dynamics, Early Islamic Society, Applied Study, Historical Context.*

cc BY

تعارف

اس تحقیق کا مقصد خواتین کے مسائل اور صحابیات کے مناہج کو اسلام کی دعوت کے تناظر میں جائزہ لینا ہے، خاص طور پر عصری مواقع کی روشنی میں۔ یہ تحقیق ابتدائی اسلامی معاشرتی حالات کی تاریخی سنگینیوں میں گہرائی سے جا کر، اس دور کی خواتین کے کردار، شراکتیں، اور ان کے سامنے آنے والے چیلنجز کی جائزہ کشائی کرتی ہے۔ علاوہ ازیں، یہ صحابیات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مناہج اور ان کی دعوت کے طریقے کار کا مطالعہ کرتی ہے، خاص طور پر خواتین کے حوالے سے۔ اسلام کی دعوت کے مواقع پر اطلاقی نقطہ نظر سے، یہ تحقیق تاریخی روایات اور معاصر چیلنجز کے درمیان فاصلے کو پورا کرنے کا مقصد رکھتی ہے۔ یہ دیکھتی ہے کہ اصحاب رسول ﷺ کے اصول اور عملیات کو کیسے سمجھا جاسکتا ہے اور عصری مسائل کے حوالے سے کیسے ان کا استعمال کیا جاسکتا ہے، خاص طور پر خواتین کے متعلقہ مسائل کو حل کرنے کے لیے۔ یہ تحقیق معاصر معاشرتی، سماجی، اور سیاسی ماحول کو مد نظر رکھتے ہوئے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجربات سے قیمتی سبقات اور مواقف حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ دعوت میں ایک مسلمان عورت کا کیا کردار ہونا چاہیے امت کی تعلیم و تربیت میں ایک عورت کا کیا دائرہ عمل ہونا چاہیے، امہات المومنینؓ اور صحابیاتؓ کی زندگیاں ان تمام سوالات کا جواب بڑی وضاحت کے ساتھ پیش کرتی ہیں۔ ان کی بامقصد زندگیاں آج کے پرفتن دور میں عورتوں کے لیے راہ عمل بھی ہیں اور راہ نجات بھی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن حکیم میں ایسی بہت سی نصوص ہیں جن میں دعوت دین اور خواتین کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے مسلمان مرد اور عورت دونوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔

دعوت کے معاملہ میں مرد و عورت دونوں سے خطاب

اس سلسلے میں جو عمومی نصوص وارد ہوئی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ﴾[1]

(تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لیے بہتر تھا ان میں ایمان لانے والے بھی ہیں لیکن اکثر تو فاسق ہیں)

امت وسط کا دونوں اصناف پر اطلاق

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾[2]

(اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا تا کہ ہو تم گواہ لوگوں پر اور ہو رسول ﷺ تم پر گواہی دینے والے)

ان آیات میں خصوصی طور پر امۃ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس میں مسلمان مرد اور عورتیں اور بچے بوڑھے سبھی شامل ہیں۔یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر پوری امت کی ذمہ داری ہے۔

الرائد میں "الامۃ" کا درج ذیل مفہوم بیان کیا گیا ہے:

"الأمة. ج أمم. (1)جماعة من الناس يعيشون في وطن واحده، وتجمعهم رغبة في الحياة المشتركة تدعمها وحدة في التاريخ أو اللغة أو الدين أو الاقتصاد أو فيها جميعا. (2) الوالدة. (3) كل جنس من الحيوان. (4) الجيل. (5) الدين. (6) الطريقة. (7) الحين والمدة والوقت. (8) القامة"[3]

(امت کی جمع امم ہے (1)لوگوں کی ایسی جماعت جو ایک ہی علاقے یا وطن میں رہتی ہوں، اس جماعت کو کسی امر جامع مجتمع کیا ہو،جن افراد کے درمیان کوئی اصل مشترک ہو، یا تاریخ،زبان ،دین،اقتصادیاتیایہ تمام چیزیں ان میں مشترک ہوں وہ امت کہلاتی ہے۔ (2)ماں،(3)نسل،(4)دین،(5)راستہ،(6)وقت اور مدت،(7)قدو قامت)

امت کا لفظ خاص طور پر آپ ﷺ کے پیروکاروں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور دوسری بات یہ کہ مندرجہ بالا آیت کریمہ میں امت مسلمہ کی جو ذمہ داریاں اور دعوت و تبلیغ کا اہم مشن سونپا گیا ہے اس کی اہمیت کو واضح کرتی ہیں کہ دعوت کی ذمہ داری ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے البتہ دونوں کا دائرہ عمل مختلف ہے۔ان آیات کی تشریح و تعبیر میں تمام علماء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ دعوت دین کی ذمہ داری ہر مسلمان پر فرض ہے۔[4]

تعلیم مرد و عورت کا حق

اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے سب سے پہلے بلا تفریق طبقات وقبائل بلا تخصیص مرد وزن سب کے لیے عام تعلیم کی آواز بلند کی اور نبی ﷺ نے فرمایا:

"عن ابي سعيد الخدري رضى الله عنه قال رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ"[5]

ابو سعید خدریؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ (تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اس کو ہاتھ سے روک دے اور اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اپنے دل سے برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہو گا)

اس کے علاوہ کتب احادیث میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے موضوع پر بہت سی احادیث مذکور ہیں۔ جن کے مخاطبین پوری امت کے مسلمان ہیں، جن میں عورتیں بھی شامل ہیں، اور اس کی وضاحت علامہ ابن قیم اس طرح کرتے ہیں:

"قَدْ اسْتَقَرَّ فِي عُرْفِ الشَّارِعِ أَنَّ الْأَحْكَامَ الْمَذْكُورَةَ بِصِيغَةِ الْمُذَكَّرِينَ إِذَا أُطْلِقَتْ وَلَمْ تَقْتَرِنْ بِالْمُؤَنَّثِ فَإِنَّهَا تَتَنَاوَلُ الرِّجَالَ وَالنِّسَاءَ؛ لِأَنَّهُ يُغَلَّبُ الْمُذَكَّرَ عِنْدَ الِاجْتِمَاعِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَلا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا﴾ وَقَوْلُهُ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾"[6]

(شارع کی عرف میں یہ بات ثابت ہے کہ تب شرعی احکام کا بیان مؤنث کے صیغے کے بغیر مذکر کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا جائے تو اس صیغے میں مرد اور عورت دونوں اصناف داخل ہوتی ہیں کیونکہ اجتماع کی صورت میں مذکر غالب ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: (جب لوگوں کو بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں) اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں)

اور اس بات کی وضاحت علامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب الاتقان فی علوم القرآن میں ہے اور علامہ زرکشی کی البرھان فی علوم القرآن میں اور ابن عقیلہ کی الزیادۃ والاحسان فی علوم القرآن میں بھی کی گئی ہے۔ ان میں قرآن کریم میں مستعمل خطاب کے مختلف طریقوں کی وضاحت کی گئی ہے۔[7]

دعوت وتبلیغ میں خواتین کو درپیش مشکلات

آج کے دور میں مسلمان خواتین کو اسلام کی دعوت کے حوالے سے کئی مسائل کا سامنا ہے۔ ان میں سے ایک اہم مسئلہ ہے معاشرتی محیط میں ان کی ذاتیت کی پیشگوئی اور ان کی دینی پہچان کے مابین تضاد۔ زندگی کی مختلف شعبوں میں محنت کرنے اور

خاندانی ذمہ داریوں کا ساتھ دینے کے باوجود، بہت سی خواتین کو اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے میں مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ علمی تعلیم، سماجی پریشانیوں، اور روایتی تصورات کی تضاد کی وجہ سے ان کی دعوت کرنے کی صلاحیت پر بھی اثر پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ، علماء اور سماجی مشاورت کا کمی سے بھی وہ گزر رہی ہیں، جو انہیں دینی تعلیمات اور اصولوں کو بہتر سمجھنے اور دوسروں کو دین کی صحیح تشریح دینے میں مدد فراہم کرسکتی ہے۔ اسلامی دعوت کی فہم اور ان کی مشکلات کا سامنا کرنے کے لیے، سماجی، فکری، اور علمی حوالوں کی توسیع اور بہتری کی ضرورت ہے تا کہ مسلمان خواتین کو اپنے دینی اقدار اور معیارات کے لحاظ سے موثر طریقے سے دعوت دینے کا موقع ملے۔

1: داعیہ کا انداز دعوت اور مسائل

ایک داعیہ کا اندازِ دعوت بے ہنگم، شعلہ نوائی اور جوشِ بیان پر مشتمل نہیں ہونا چاہیے۔ ایسا انداز اپنانے سے نہ صرف داعیہ کا وقار ختم ہوتا ہے بلکہ دین کے وقار کو بھی ٹھیس پہنچتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ایک اچھی داعیہ کی دعوت کے پیچھے علم و حکمت پنہاں ہو، وہ متحمل مزاج ہو، اس کے عمل میں اطمینان اور متانت کا عنصر ہو۔ اُس کی گفت گو مدلل اور موضوع کے عین مطابق ہو۔ اس کے خطاب میں توازن ہو تاکہ سامعات اس کی گفت گو کے سحر سے متاثر ہو کر اس کے پند و نصائح کو پوری توجہ سے سنیں؛ لیکن اگر داعیہ ان جملہ اوصاف سے محروم ہو اور چاہے کہ اپنی بے ہنگم شعلہ نوائی سے سامعات کے قلوب و اذہان پر اثر انداز ہوسکے تو ایسا ہونا ناممکن ہے۔

2: داعیہ اور فرقہ وارانہ مسائل

فرقہ واریت کے عفریت نے ہی مسلم اُمہ کو اَقوام عالم کے سامنے ذلیل ورُسوا کر دیا ہے۔ ایک مخلص داعیہ کو کبھی فروعی، نزاعی اور اختلافی اُمور کو موضوعِ بحث نہیں بنانا چاہیے۔ اس کا فرض اُمت کو جوڑنا ہے۔ مودت و محبت اور اخلاص سے سرشار ہو کر دلوں میں اللہ، اس کے رسول ﷺ اور دین کی محبت پیدا کرنا ہے۔ یہ فرقہ واریت ہی ہے جس نے ملت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے، اس کا بنیادی سبب یہی تینوں فروعی، نزاعی اور اختلافی اُمور ہیں۔ بعض متنازعہ امور اگرچہ اتنے اَہم نہیں ہوتے، ان سے صرفِ نظر کیا جاسکتا ہے؛ لیکن یہ فتنہ پرور داعیات ہیں جو اختلافات کی آگ بڑھکانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتیں۔ اللہ سے خوف رکھنے والی داعیہ ان امور پر کبھی بات نہیں کرتی۔ انسانی فلاح و بہبود کے بے شمار موضوعات داعیاتِ دین کی لب کشائی کے منتظر ہیں، جن کی تبلیغ سے انسانیت ان گنت درپیش مسائل سے عمدہ طریقے سے عہدہ برآ ہو سکتی ہے۔ لہٰذا حتی

المقدور ایسے موضوعات سے اجتناب کرتے ہوئے اختلافات کے بجائے مشترکات پر بات کرنی چاہیے اور وقت کی ضرورت کے مطابق موضوعات کو اپنی دعوت کا حصہ بنانا چاہیے۔

3: ناگزیر حالات اور داعیہ کی حکمت عملی

ناگزیر حالات میں داعیہ اپنی حکمتِ عملی تبدیل کر سکتی ہے۔ کیونکہ جس عمل میں تحرک ہوتا ہے، اس میں فعالیت ہوتی ہے اور اس کو آگے بڑھنا ہوتا ہے۔ حالات کے ساتھ ساتھ تقاضے بھی بدل جاتے ہیں۔ اسی لیے قرآن وحدیث میں بھی ناسخ اور منسوخ ہوتے ہیں۔ ایک وقت کے تقاضے کے مطابق اللہ تعالیٰ ایک آیت مبارکہ کا نزول فرماتا ہے۔ جب وہ تقاضے تبدیل ہو جاتے ہیں تو نئی آیت مبارکہ نازل ہو جاتی ہے، جو پہلے حکم کو منسوخ کر کے نیا حکم نافذ کر دیتی ہے۔ اللہ کے احکام میں بھی ایک تدریج ہے۔ حکم میں تبدیلی آجاتی ہے، مگر اسے انحراف نہیں کہتے، بلکہ یہ تبدیلی تسلسل کا حصہ ہوتی ہے۔ جب حالات اور اس کے تقاضے بدل جائیں تو بدلے ہوئے حالات میں پچھلی strategy کو برقرار رکھنا اللہ تعالیٰ کی سنت کے خلاف اور اسلام کے مزاج کے بھی خلاف ہے۔ اسلام میں ناسخ ومنسوخ کا فلسفہ بھی یہی ہے۔

4: تبلیغ دین کی اجرت اور داعیہ کا ردعمل

داعیہ کا دعوت وتبلیغ دین کے عوض اُجرت لینا جائز عمل ہے، لیکن اعلیٰ اور پیغمبرانہ طریق یہ ہے کہ دعوت وتبلیغِ دین کا فریضہ بغیر کسی اُجرت ومعاوضہ کے سرانجام دیا جائے۔ دعوت وارشاد اور تقریر وتبلیغِ دین پیغمبرانہ ذمہ داری ہے۔

1۔ پیغمبرانِ کرام علیہم السلام اپنی قوم کو وعظ وتبلیغ کرتے تو فرماتے:

﴿فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِ﴾[یونس،72:10]

سو اگر تم نے (میری نصیحت سے) منہ پھیر لیا ہے تو میں نے تم سے کوئی معاوضہ تو نہیں مانگا، میرا اجر تو صرف اللہ (کے ذمۂ کرم) پر ہے

2۔ سورہ یٰسین میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندے کی گفتگو کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿وَجَآءَ مِنْ أَقْصَا ٱلْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَىٰ قَالَ يَٰقَوْمِ ٱتَّبِعُوا۟ ٱلْمُرْسَلِينَ. ٱتَّبِعُوا۟ مَن لَّا يَسْـَٔلُكُمْ أَجْرًا وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾[یٰس،36:20-21]

اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا: اے میری قوم! تم پیغمبروں کی پیروی کرو۔ ایسے لوگوں کی پیروی کرو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

گویا پیغمبرانہ طرزِ عمل یہ ہے کہ دعوت الی اللہ کی ذمہ داری کی ادائیگی کے عوض لوگوں سے کسی قسم کا معاوضہ اور بدلہ نہ مانگا جائے اور تقریر و تبلیغ کے لیے لوگوں سے کسی قسم کے بدلے یا فائدے کا سوال نہ کیا جائے۔ بلکہ یہ ذمہ داری اللہ کے پیغمبروں کی طرح محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور خدمتِ دین سمجھ کر ادا کی جائے اور اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے۔

5: داعیہ کے اسفار اور شرعی حدود

دعوت و تبلیغِ دین کے لیے جب داعیات بااعتماد گروپ کی شکل میں ہوں تو باپردہ رہتے ہوئے سفر کر سکتی ہیں، بشرطیکہ ان کی عزت و ناموس محفوظ ہو۔ لیکن اگر داعیہ تنہا ہو تو ایسی صورت میں غیر محرم کے ساتھ اس کا سفر کرنا جائز نہیں۔

صحابیات کے مناہج تبلیغ کا اطلاقی مطالعہ

1: دشنام سے بالاتر ہو کر تبلیغی مساعی سے منسلک رہنا

امت محمدی ﷺ میں **حضرت خدیجہؓ بنت خویلد** وہ پہلی زوجہ رسول ﷺ تھیں جنہوں نے کفر و شرک سے آلودہ ماحول میں بلند ہونے والی صدائے حق پر سب سے پہلے لبیک کہا اور حضور ﷺ کی دعوت ایمان کو دل و جان سے قبول کرنے کی سعادت عظمیٰ حاصل کی انہوں نے ساری زندگی حضور ﷺ کے قرب میں رہ کر دین اسلام کی خدمت کی اور اپنے اخلاق عالیہ سے ایسے روشن مینار قائم کیے جن کی نورانی شعاعوں سے قیامت تک آنے والی خواتین رہنمائی حاصل کرتی رہیں گی۔

سیرت ابن ہشام میں ہے:

> "حضرت خدیجہؓ بنت خویلد آپ ﷺ پر ایمان لائیں۔ اللہ کی طرف سے جو دین آپ ﷺ لائے تھے اس کی تصدیق کی۔ آپ ﷺ کی تبلیغی جدوجہد میں آپ کی معاونت کی۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کے ماننے والوں میں پہلی شخصیت ان کی تھی۔ اللہ تعالی نے ان کے ذریعے اپنے نبی کا بوجھ ہلکا کیا۔ رسول اللہ ﷺ اپنی تردید یا تکذیب یا کوئی بھی تکلیف دہ بات سنتے تو رنجیدہ خاطر ہو جاتے لیکن جب آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کے پاس پہنچتے تو اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اسے دور فرماتا۔ وہ آپ ﷺ کو ثابت قدم رکھتیں۔ آپ ﷺ کا غم ہلکا کرتیں، آپ ﷺ کی باتوں کی تصدیق کرتیں اور لوگوں کے رویے کی تحقیر اور مذمت فرماتیں۔"[8]

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے حضور ﷺ کے ساتھ ہر قسم کے روح فرسا مصائب کو ہمیشہ نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور آپ ﷺ کی رفاقت اور جان نثاری کا حق ادا کر دیا۔ وہ اپنے غیر مسلم اعزاء و اقارب کے طعن و تشنیع کی پروا کیے بغیر دعوت و

تبلیغ دین میں حضور ﷺ کا دست و بازو بنی رہیں ہیں اور آپ ﷺ کے ساتھ تین سال شعب ابی طالب میں محصور رہ کر تکالیف و مصائب برداشت کیے۔ آپؓ کے بارے میں ابن اسحاق لکھتے ہیں۔

"وَكَانَتْ لَهُ وَزِيرَ صِدْقٍ عَلَى الْإِسْلَامِ"[9]

(وہ اسلام کے متعلق آپ کی سچی مشیرہ کار تھیں)

2: دعوتی امور میں دلچسپی کا مظاہرہ کرنا

سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہؓ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں آپؓ نے درس و تدریس کے ذریعے دعوت و تبلیغ دین میں اعلیٰ وارفع مقام حاصل کیا۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے علمی کمال کے بارے میں حضور ﷺ کا فرمان ہے۔

"خذوا نصف دينكم عن هذه الحميرا"[10]

(تم اپنا آدھا دین اس حمیرا (یعنی عائشہ) سے حاصل کرو)

حضرت عائشہؓ وہ معزز خاتون اور زوجہ رسول ﷺ ہیں جنہوں نے دو ہزار سے زائد احادیث روایت کی ہیں جو بے شمار معاشرتی مسائل اور الجھنوں کو سلجھانے کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں آپؓ سے بے شمار صحابہ کرامؓ نے حدیث رسول ﷺ کا علم حاصل کیا ہے۔ مستند روایات کے مطابق حضرت عائشہؓ 8 ہزار سے زائد صحابہ اکرامؓ کی استاد تھیں۔

حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے:

"جب بھی ہم صحابہ کو کسی حدیث کے بارے میں مشکل پیش آتی ہم حضرت عائشہؓ سے پوچھتے تو ان کے پاس اس کے متعلق ضروری علم پاتے۔"[11]

قبیصہ بن ذویبؓ سے روایت ہے:

"حضرت عائشہؓ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں، بڑے بڑے اکابر صحابہؓ ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے۔"[12]

حضرت عائشہؓ فطرتاً نہایت دلیر اور نڈر تھیں۔ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بہت سے غزوات میں شریک ہو کر اہم کردار ادا کیا غزوہ احد میں ان کی خدمات سے متعلق حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں:

"جب غزوہ احد میں لوگ حضور نبی اکرم ﷺ سے دور ہوگئے تو میں نے حضرت عائشہؓ بنت ابو بکر اور حضرت ام سلیمؓ کو دیکھا کہ دونوں نے اپنے دامن سمیٹے ہوئے ہیں۔ دونوں اپنی کمر پر پانی کی مشق لاد کر

لاتیں اور پیاسے مسلمانوں کو پلاتی تھیں۔ پھر لوٹ جاتیں اور مشکیزے بھر کر لاتیں اور پیاسے مسلمانوں کو پانی پلاتیں۔"[13]

حضرت عائشہؓ حضور نبی اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد 48 برس تک عالم اسلام کے لیے رشد وہدایت، علم و فضل اور خیر وبرکت کا ایک عظیم مرکز بنی رہیں۔

3: دعوتی اسفار اور عزم مصمم کا مظاہرہ

حضرت ام شریک دوسیہؓ کا شمار نہایت عظیم المرتبت صحابیات میں ہوتا ہے۔ وہ آغاز اسلام میں مخفی طور پر قریش کے گھروں میں جاکر ان کی عورتوں کو اسلام کی دعوت دیا کرتی تھیں۔ قریش کو ان کی کوششوں کا پتہ چلا تو انھوں نے ان کو مکہ سے نکال دیا۔

ابن الاثیر لکھتے ہیں:

"وہ مکہ کی گلیوں میں گشت کرتی تھیں اور خفیہ طور پر قریش کے گھروں میں جاکر ان کی خواتین کو اسلام کی جانب مائل کرتیں اور دعوت حق دیتیں۔ جب قریش کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے ام شریکؓ کو مکہ سے نکال دیا اور پھر وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلی گئیں۔"[14]

4: جسمانی تکالیف اور صبر کامل کا مظاہرہ

حضرت سمیہؓ بنت خباط نہایت بلند پایہ صحابیہ تھیں حضور اقدس ﷺ کی حیات اقدس کا سارا دور حضرت سمیہؓ کے سامنے گزرا جس کی وجہ سے انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت وکردار کا نہایت گہرا اثر قبول کیا۔ آپ ﷺ نے جب دعوت حق کا آغاز کیا تو بغیر کسی تامل کے حضرت سمیہؓ نے لبیک کہا۔ حضرت سمیہؓ نے راہ حق میں اپنے ضعف اور کبر سنی کے باوجود مشرکین مکہ کی انسانیت سوز تکالیف کو جھیلا۔ کبھی آپؓ کو لوہے کی زرہ پہنا کر صحرا کی گرم ریت پر لٹایا جاتا تو کبھی گرم سلاخ سے آپ کے جسم کو داغا جاتا اور کبھی کھولتے پانی میں غوطے دیے جاتے۔ ان تمام مصائب کے باوجود آپ کے قدم جادہ حق سے ایک لمحہ کے لیے بھی نہ ڈگمگائے، یہاں تک کہ آپؓ نے اپنی جان بھی اس کار خیر کی خاطر قربان کر دی۔

ابن سعد لکھتے ہیں:

"ایک دن ابو جہل حضرت سمیہؓ کے پاس سے گزرا۔ غصہ اور طیش میں اس بدبخت نے نیزہ آپؓ کے نازک اعضا پر دے مارا زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے آپ شہید ہو گئیں۔ آپ اسلام کی پہلی شہیدہ ہیں۔ آپ بہت بوڑھی اور کمزور تھیں۔"[15]

حضرت سمیہؓ نے دین اسلام کی شہیدہ اول کے درجے پر فائز ہو کر ہمیشہ کے لیے دعوت و عزیمت کی راہ پر چلنے والوں کے لیے واضح کر دیا کہ عورت دعوت دین کی راہ میں قربانی دینے والوں کی فہرست میں کبھی پیچھے نہیں رہی۔

5: مردانہ وار افعال کا مظاہرہ

حضرت ام سلیمؓ کا شمار انصار کے السابقون الاولون میں ہوتا ہے آپؓ کو یہ شرف حاصل تھا کہ مہاجرین اور انصار کے درمیان عقد مواخات آپؓ کے گھر ہوا۔

آپؓ وہ عظیم المرتبت صحابیہ ہیں جنہوں نے کئی جہتوں سے اسلام کی دعوت و سربلندی میں اپنا کردار ادا کیا۔ آپؓ نے بے شمار غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ حضرت ام سلیمؓ فتح مکہ کے چند ماہ بعد اپنے شوہر کے ہمراہ معرکہ حنین میں والہانہ ذوق و شوق کے ساتھ شریک ہوئیں۔ حضرت ابو طلحہؓ پا مردی سے حضور ﷺ کے دائیں بائیں لڑ رہے تھے اور آپؓ ہاتھ میں خنجر لیے شمع نبوت پر قربان ہونے کے لیے تیار کھڑی تھیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے:

> "حضرت ام سلیمؓ نے جنگ حنین کے دن ایک خنجر لیا جو ان کے پاس تھا حضرت ابو طلحہؓ نے وہ خنجر دیکھ لیا، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ ام سلیمؓ ہیں ان کے پاس ایک خنجر ہے۔۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا: یہ خنجر کیسا ہے؟ حضرت ام سلیمؓ نے عرض: میں نے یہ خنجر اس لیے لیا ہے کہ اگر کوئی مشرک آپ ﷺ کے قریب آیا تو میں اس کا پیٹ پھاڑ دوں گی۔"[16]

حضور ﷺ نے آپؓ کو جنت کی بشارت خود دی۔

6: دین کی سربلندی کے لیے ہمہ وقت تیاری

حضرت ام ایمن بن ثعلبہؓ آپ ﷺ کی رضاعی والدہ تھیں۔ آپؓ نے اشاعت اسلام میں مختلف غزوات میں شریک ہو کر بہادری کے جوہر دکھائے۔ غزوہ احد میں ایسے حالات بھی آئے جب آپؓ نے میدان جنگ سے فرار ہونے والوں کو دوبارہ جنگ پر آمادہ کیا۔

"السیرۃ الحلبیہ" میں ہے:

"ان میں سے ایک گروہ مدینہ کی طرف بھاگ گیا وہاں انہیں ام ایمنؓ ملیں آپؓ نے ان کے چہروں پر مٹی پھینکی اور ان میں سے بعض سے فرمایا: یہ میرا چرخہ لے جاؤ اسے کاتو اور لاؤ اپنی تلواریں مجھے دے دو۔"[17]

حضرت ام ایمنؓ فروغ دین میں نڈر اور جرات کا روشن ستارہ تھیں۔

7: شجاعت و دلیری کا مظاہرہ

حضرت ام عمارہؓ، حضرت ام سلیمؓ کی طرح نہایت بلند حوصلہ جرات مند اور دلیر خاتون تھیں۔ انہوں نے بیعت رضوان،، غزوہ احد، خیبر، عمرۃ القضاء اور غزوہ حنین جیسے اہم معرکوں میں دین حق کی سربلندی کے لیے بہادری کے جوہر دکھائے، اور تاریخ میں خاتون احد کے نام سے مشہور ہوئیں۔ میدان احد میں حضرت ام عمارہؓ کی سکیورٹی کرنے کی گواہی خود حضور ﷺ نے دی آپ ﷺ نے فرمایا:

"ما التفت يمينا ولا شمالا آلا و آنا اراها تقاتل دونى "[18]

(احد کے روز ایک وقت آیا کہ) میں اپنے دائیں بائیں جدھر دیکھتا تھا تو میری حفاظت میں ام عمارہ نسیبہ بنت کعب ہی لڑ رہی ہوتی تھیں)

آپؓ نے جنگ یمامہ میں بھی شرکت کر کے مجاہدانہ کردار ادا کیا۔

یحییٰ بن حبانؓ سے روایت ہے:

"جرحت ام عماره با حد اثنى عشر جرحا، وقطعت يدها باليما مه "[19]

(جنگ احد میں ام عمارہؓ کو بارہ زخم آئے تھے اور جنگ یمامہ میں آپؓ کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا)

حضرت ام عمارہؓ کی بہادری دعوت دین کی راہ پر چلنے والی خواتین کے لیے بہترین اسوہ ہے۔

8: اہل خانہ سے تبلیغ دین کی ابتداء

حضرت فاطمہؓ بنت خطاب نہایت جلیل القدر صحابیہ ہیں حضور ﷺ نے بعثت کے بعد جونہی دعوت حق کا آغاز فرمایا تو آپؓ نے اپنے شوہر حضرت سعیدؓ بن زید کے ساتھ بلا تامل السابقون الاولون کی صف میں دین حق دعوت کو قبول کیا آپؓ کی دعوت و تبلیغ میں استقامت کی وجہ سے اسلام کو بہت فائدہ پہنچا۔ آپؓ کے بھائی حضرت عمرؓ بن خطاب دین حق کی مخالفت میں پیش پیش تھے

اور مسلمانوں پر ظلم کرنے میں کسی سے کم نہ تھے۔ حضرت عمرؓ کو جب اپنی بہن اور بہنوئی کے مسلمان ہونے کی خبر ملی تو آپؓ غضب ناک ہو کر ان کے پاس پہنچے۔

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں:

> "حضرت عمرؓ اسلام لانے سے قبل تلوار سونت کر جا رہے تھے۔ راستے میں آپ سے بنی زہرہ کا ایک شخص ملا۔ اس نے پوچھا آپ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں محمد ﷺ کو قتل کرنے جا رہا ہوں (معاذ اللہ) اس نے کہا: اے عمر! کیا میں تمہیں عجیب بات نہ بتاؤں کہ تمہارے بہنوئی سعید اور تمہاری بہن کو جنون لاحق ہو چکا ہے اور وہ دونوں اپنا دین چھوڑ چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ غصے کی حالت میں ان کے گھر کی طرف چل پڑے جب آپ ان کے دروازے پر پہنچے تو بہن اور بہنوئی کے پاس حضرت خبابؓ بن ارت تھے جو ان دونوں کو سورہ طہٰ پڑھا رہے تھے۔ جب حضرت خبابؓ کو حضرت عمرؓ کی آمد کا پتہ چلا تو وہ پیچھے چھپ گئے۔ حضرت عمرؓ نے داخل ہو کر پوچھا کہ یہ ہلکی سی آواز کیا تھی جسے میں نے تم دونوں کے پاس سنا؟ ان دونوں نے کہا: کچھ بھی نہیں سوائے اس بات کے جو ہم آپس میں کر رہے تھے. آپؓ نے کہا: شاید تم دیوانے ہو چکے ہو اور تم نے اپنا دین چھوڑ دیا ہے۔ آپؓ سے آپؓ کے بہنوئی سعید نے کہا: ہائے عمر! بھلا آپؓ بتائیں کہ اگر حق آپؓ کے دین کے علاوہ دین میں ہو تو؟ اس بات پر حضرت عمرؓ اپنے بہنوئی کی طرف بڑھے اور انہیں شدید مارا۔ آپؓ کی بہن نے آپؓ کو اپنے خاوند سے دور دھکیلا تو آپؓ نے اپنی بہن کے چہرے پر مارا اور ان کا چہرہ خون آلود کر دیا۔ پھر آپؓ کی بہن نے غصے کی حالت میں کہا: اے عمرؓ! بتاؤ اگر حق تمہارے دین کے علاوہ کسی اور دین میں ہو تو؟ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں۔ جب حضرت عمرؓ مایوس ہو گئے تو فرمایا: مجھے یہ کتاب دو جو تمہارے پاس ہے تا کہ میں اسے پڑھوں۔ آپؓ کی بہن نے کہا کہ اسے صرف پاکیزہ لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔"[20]

کتب احادیث وسیر میں آتا ہے کہ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے باوضو ہو کر سورہ طہٰ کی تلاوت کی، جس سے ان پر لرزہ طاری ہو گیا اور اسی کیفیت میں انھوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں جا کر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یوں حضرت عمرؓ کے حلقہ بگوش اسلام ہونے میں سب سے بڑا ہاتھ حضرت فاطمہؓ کا ہے کہ جن کی استقامت سے حضرت عمرؓ کا دل موم ہوا اور وہ

اعدائے حق کی صف سے نکل کر علمبر داران حق کی صف میں کھڑے ہوئے اور اپنی جرات، بے خوفی، غیرت ایمانی، فراست اور تدبر کی بدولت اسلام کا ایک عظیم سپوت ثابت ہوئے۔ حضرت فاطمہؓ تاحیات امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پابند رہیں۔

9: قربانیوں کا حوصلہ

حضرت اسماءؓ بنت ابو بکر نے دعوت و تبلیغ دین میں حق گوئی کی بہترین مثال قائم کی۔ انہوں نے دین اسلام کو پھیلانے میں نہایت اہم کر دار ادا کیا۔ آپؓ نے نہ صرف فرمودات نبوی ﷺ کو سینہ بہ سینہ پھیلایا بلکہ عملی طور پر اعلائے کلمۃ اللہ میں بھی حصہ لیا۔ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے میں آپؓ کا کر دار لازوال ہے اپنے فرزند حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے دل سوز موقع پر آپؓ نے جس حق گوئی، صبر و رضا اور جرات ایمانی کا ثبوت دیا وہ بنات اسلام کے لیے مشعل راہ ہے۔ حجاج بن یوسف نے آپؓ کے بیٹے کو بڑی بے دردی سے شہید کرنے کے بعد لاش کو مقام حجون میں سولی پر لٹکا دیا اور بعد میں سولی سے اتروا کر یہود کے قبرستان میں پھینکوا دیا۔ اس کے بعد اس نے آپؓ کو بلوایا تو آپؓ نے اس کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ اس نے دوبارہ پیغام بھیجا کہ میرے پاس آؤ ورنہ میں کسی شخص کو بھیجوں گا جو تمہیں بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا ہوا میرے پاس لے آئے گا حضرت اسماءؓ نے انکار کیا اور فرمایا:

> ”خدا کی قسم! میں اس وقت تک تیرے پاس نہیں آؤں گی جب تک تو مجھے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹ کر نہیں بلائے گا ۔ حجاج نے کہا میری جوتیاں لاؤ، پھر اس نے جوتیاں پہنیں اور اکڑتا ہوا حضرت اسماءؓ کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ: تو نے دیکھا میں نے اللہ کے دشمن کو کیسے قتل کیا؟ انہوں نے فرمایا تم نے اس کی دنیا خراب کی اور اس نے تیری عاقبت برباد کر دی! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو اس کو دو کمر بندوں والی کا بیٹا کہتا ہے تو سن! خدا کی قسم! میں دو کمر بندوں والی ہوں، کمر بند کے ایک ٹکڑے کے ساتھ تو میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے طعام کو سواری کے ساتھ باندھا تھا اور دوسرا ٹکڑا وہ ہے جس سے کوئی عورت مستغنی نہیں ہوتی اور سن! رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ حدیث بیان فرمائی ہے کہ ثقیف میں ایک کذاب اور ظالم ہو گا۔ کذاب تو ہم پہلے دیکھ چکے ہیں اور رہا ظالم تو میرے خیال میں وہ صرف تو ہی ہو سکتا ہے۔ راوی کہتا ہے: پھر حجاج وہاں سے چلا گیا اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔[21]

حضرت اسماءؓ کی ظالم حکمران کے سامنے بے خوفی اور حق گوئی امر بالمعروف کی راہ پر چلنے والوں کے لیے چراغ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

10: دانشمندی کا مظاہرہ

حضرت اسماءؓ بنت یزید نے احکامات دین کی تبلیغ نہایت مؤثر انداز میں اپنے کردار و عمل سے کیا ان کا شمار نہایت دانشمند صحابیات میں ہوتا ہے آپؓ انصاری خواتین میں خطیب النساء کے نام سے مشہور تھیں۔ آپؓ احکام دینیہ میں بنظر عمیق غور و خوض کرنے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا پیغام دینے میں اپنی مثال تھیں آپؓ کو دین سیکھنے کا شوق اس قدر تھا کہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں اکثر حاضر ہو کر اکتساب فیض کرتی تھیں آپؓ سے ہی مروی ہے کہ آپؓ حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس اس وقت حاضر ہوئیں جب آپ ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کے درمیان موجود تھے اور عرض کیا:

> "یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! میں خواتین کی نمائندہ بن کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ میری جان بھی آپ پر فدا ہو۔ بے شک شرق و غرب میں کسی عورت نے میرے اس طرح آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے بارے میں نہیں سنا مگر یہ کہ اس کی رائے بھی میری رائے کی مثل ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو حق کے ساتھ مردوں اور عورتوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے، ہم آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے اس الہٰ (معبود) پر ایمان لائے جس نے آپ کو رسول بنایا اور بے شک ہم خواتین گھروں میں محصور پابند ہیں۔ مردوں کی فطری خواہشات کو پورا کرتی ہیں اور ان کی اولادوں کو اپنے بطنوں میں اٹھانے والیاں ہیں اور آپ لوگ مردوں کا گروہ ہیں جنہیں نماز جمعہ، مسجد میں باجماعت نماز، مریضوں کی عیادت، جنازوں میں شرکت اور یکے بعد دیگرے حج کے ساتھ ہم پر فضیلت دی گئی ہے۔ ان سب میں افضل دشمن کے ساتھ لڑائی ہے۔ اور مردوں میں سے جب کوئی شخص حج و عمرہ یا لڑائی کی غرض سے گھر سے باہر ہوتا ہے تو ہم عورتیں ان کے مال و متاع کی حفاظت کرتی ہیں، ان کے لیے لباس تیار کرتی ہیں اور ان کی اولاد کی پرورش کرتی ہیں۔ لہٰذا یارسول اللہ! کیا ہم اجر و ثواب میں آپ لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتیں؟ حضور نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہؓ کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہوئے، پھر فرمایا: کیا تم نے کبھی کسی عورت کی دین کے بارے میں اتنی عمدہ گفتگو سنی ہے جیسا کہ اس عورت نے کی ہے۔ صحابہ کرام علیہ السلام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ہمارا نہیں گمان کہ کوئی عورت دین میں اس حد تک رہنمائی حاصل کر سکتی ہے۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ حضرت اسماءؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے خاتون جاؤ اور اپنے پیچھے رہ جانے والی خواتین کو بتادو کہ تم میں

سے کسی کا اپنے خاوند کے حقوق زوجیت ادا کرنا اس کیر ضا جوئی اور اس کی مرضی کی اقتداء کرنا اس کے برابر ہے (جو تم نے اوپر گنوایا) پھر عورت اس حال میں واپس لوٹی کہ وہ خوشی سے تحلیل (لا الہ الا اللہ)اور تکبیر (اللہ اکبر) کہے جارہی تھی۔"[22]

حضرت اسماءؓ نے نہ صرف علمی لحاظ سے دین کی خدمت کرتے ہوئے طبقہ نسواں میں احکامات دین کی تبلیغ کی بلکہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کئی جہادی اسفار جیسے غزوہ خندق، غزوہ خیبر اور غزوہ حدیبیہ میں بیعت رضوان میں بھی شریک رہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد بھی آپؓ جنگوں میں شریک ہوتی رہیں عہد فاروقی میں یرموک کی ہولناک لڑائی پیش آئی تو شوق جہاد نے آپؓ کو چین سے نہ بیٹھنے دیا۔

فروغ دین میں خواتین نے جرأت اور بہادری سے ہر میدان میں خدمات سرانجام دیں۔ اروی بنت عبدالمطلب آپ ﷺ کی پھوپھی شاعرہ تھیں، خنساء بنت عمرو سے آپ ﷺ شعر سنا کرتے تھے اور ان کی مہارت پر تعجب فرماتے، زینب بنت العوام حضرت زبیرؓ کی بہن شاعرہ تھیں، شیماء بنت حارث آپ ﷺ کی رضاعی بہن تھیں، یہ بچپن میں آپ ﷺ کے لیے شعر کہا کرتی تھیں، امر علہ قشیریہ نے آپ ﷺ کی وفات پر مرثیہ کہا، حضرت اسماء بنت یزید بن سکن کے بارے میں حافظ نے کہا ہے کہ یہ خطیبۃ النساء مشہور تھیں۔ حضرت حفصہؓ اپنے ہاتھوں سے تعلیمات رسول ﷺ لکھا کرتی تھیں۔ اور چند خواتین معلم و متعلم ہونے کی حیثیت سے مشہور ہوئیں۔ شفاء بنت عبداللہ عدویہ نے حضرت حفصہؓ کو کتابت سکھائی ان کو تعلیمات رسول ﷺ لکھنا سکھائیں۔

ان خواتین نے پیغامِ رسالت کو لوگوں تک پہنچایا اور بے شمار لوگوں نے ان کی تبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ کتب رجال کی ورق گردانی سے صحابیاتؓ تابعیاتؒ تبع تابعیاتؒ اور مختلف ادوار کی راویات و محدثات کی ایک طویل فہرست دستیاب ہو سکتی ہے جنھوں نے دعوت و تبلیغ میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جس کی مثال دنیا کے کسی مذہب و ملت میں نہیں ملتی۔

خلاصہ کلام

آخر میں، عورتوں کے مسائل اور دوسروں کو اسلام کی دعوت دینے کے تناظر میں صحابیات کرام کے طریقہ کار کی تحقیق عصری معاشرے کے لیے قابل قدر بصیرت پیش کرتی ہے۔ اس عملی مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صحابیات کرام کے تجربات اور نقطہ نظر آج مسلم خواتین کو درپیش چیلنجوں سے نمٹنے میں اہمیت رکھتے ہیں۔ تاریخی واقعات کو جدید تناظر سے جوڑ کر، یہ تحقیق عصری مسائل سے نمٹنے کے لیے ابتدائی اسلامی معاشرے کے اصولوں اور طریقوں کو سمجھنے کی اہمیت کو واضح کرتی

ہے۔ مزید بر آں، یہ ایک جامع نقطہ نظر کی ضرورت پر زور دیتا ہے جو مذہبی تعلیمات کو سماجی، ثقافتی اور سیاسی سیاق و سباق کے ساتھ مربوط کرے تاکہ اسلام کے پیغام کو مؤثر طریقے سے پہنچایا جاسکے۔ آگے بڑھتے ہوئے، مسلم خواتین کو اعتماد اور افادیت کے ساتھ اپنی مذہبی شناخت اور ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے بااختیار بنانے کے لیے علمی اور سماجی گفتگو کو جاری رکھنا ضروری ہے، اس طرح متنوع اور متحرک معاشروں میں اسلامی اقدار اور اصولوں کے فروغ میں مثبت کردار ادا کرنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

[1] آل عمران 110:3

Āl ʻimrān 3:110

[2] البقرة 143:2

Albaqarah 2:143

[3] جبران مسعود، **الرائد** (بیروت: دار العلم للملایین، 1990ء) 229/1

Jibrān mas’ūd,alrāid (Beirūt:dār al’ilm lilmlāyīn,1990),1/229

[4] عثمانی، مفتی محمد شفیع، **تفسیر معارف القرآن** (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2008ء) 1/309-316

Ūthmānī , muftī Muhammad shafī’, tafsīr m’ārif alqurān(karāchi:maktabah m’ārif alqurān,2008),1/309-316

[5] مسلم بن الحجاج ابو الحسن القشیری النیسابوری، **الجامع الصحیح**، **كتاب الايمان ، باب : النهي عن المنكر من الايمان** (بیروت: دار احیاء التراث العربی، س۔ن) ح:177

Muslim bin alḥajāj abū alḥasan alqashirī alneisāpūrī, aljāme’ alṣaḥiḥ,kitāb alīmān,bāb: alnhī ‘an almunkar min alīmān(Beirūt: dār aḥya alturath al’arabī,n.d) ḥ:177

[6] ابن قیم، امام، **اعلام الموقعین** (بیروت: دار الفکر، 1397ھ) 1/92، ۹۳

Ibn alqayyam, imām, a’lām almauqi’īn(Beirūt: dār alikar,1397)1/92,93

[7] سیوطی، جلال الدین، **الاتقان فی علوم القرآن**، (مترجم: محمد حلیم انصاری) (لاہور: ادارہ اسلامیات، 1982ء) 2/86؛ زرکشی، بدر الدین، محمد بن عبد اللہ، البرہان فی

علوم القرآن (دار المعرفہ، 1990ء) 2/218؛ ابن عقیلہ، المکی، **الزیادہ والاحسان فی علوم القرآن** (المتحدہ: جامعہ الشارقہ الامارات العربیہ، 2006ء) 2/252

sayūṯī, jalāl aldīn, alītaqān fī ‘alūm alqurān(mutarjam: muḥammad halīm anṣārī),(lāhore: idārāh islāmiyāt,1982)2/86; zarkashī, badar aldīn, muḥammad bin ‘abd allah, alburhān fī ‘alṣūm

alqurān(dār alma’rifah,1990),2/218; ibn ‘aqīlah, almakkī, alziyādah wa aliḥsān fī ‘alūm alqurān(almutaḥidah: jami’ah alshāriqah alamārāt al’arabiyah,2006) 2/252

[8] ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک حمیری، **السیرۃ النبویۃ**(بیروت: دار الجیل، ۱۴۱۱ھ)2/77؛ ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ(دار احیاء التراث العربی، 1988ء)3/23

Ibn hashām, abū muḥammad ‘abd almalik ḥamīrī, alsīrah alnabawiyah(Beirū: dār aljail,1411) 2/77 ; ibn kathīr, albadāiyah wa alnahāiyah(dār alaḥya’ altrath al’arabī,1988) 3/23

[9] ابن ہشام، **السیرۃ النبویۃ**، 2/264

Ibn hashām, alsīrah alnabawiyah,2/264

[10] ابراہیم مصطفی، **المعجم الوسیط**، 1/197

Ibrāhīm mustafā, almu’jam alwasīṯ,1/197

[11] الترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سَوْرۃ، اَبو عیسیٰ، **السنن**، کتاب المناقب ، باب من فضل عائشة رضي الله عنها(مصر: مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، 1395ھ)ح:3883

altirmaḏī, muḥammad bin ‘īsā bin saurah, abū ‘īsā, alsunan, kitāb almanāqib, bāb: min faẓal ‘āīshah (miṣar:maṯba’ah mustaā albābī alḥalbī,1395)

[12] ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد الذہبی، **تذکرۃ الحفاظ**(حیدر آباد، دکن: دائرۃ المعارف العثمانیہ، ۱۹۶۸ء)1/28

ḍahabī,shams aldīn muḥammad bin aḥmad alḍahbī, taḍkarah alḥufāẓ(haidar ābād,dakkan:dāirah alm’āri al’uthmāniyah,1968)1/28

[13] بخاری، محمد بن اسماعیل ابو عبد اللہ البخاری الجعفی، **الجامع الصحیح**، کتاب الجهاد والسير، باب غزو النساءِ وقتالهن مع الرجال(دار طوق النجاۃ، 1422ھ)ح:2724

Bukhārī, muḥammad bin īsmā’īl abū ‘abd allah albukhārī alja’fī, aljāme’ alṣaḥīḥ, kitāb aljihād wa alsiyar, bāb ghazwa alnisā wa qitāluhunn ‘an alrijāl(dār ṯauq alnijāt,1422)ḥ: 2724

[14] ابن اثیر، ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم بن الواحد شیبانی جزری، **اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ**(بیروت: دار الکتب العلمیہ، س ن)7/339

Iban athīr, abū alḥasan ‘alī bin muḥammad bin ‘abd alkarīm bin alwāḥid shaibānī jazrī,ūsud alghābah fī ma’rifah alṣaḥābah(beirūt: dār alkutub al’ilmiyah,n.d)7/339

[15] ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد، **الطبقات الکبریٰ**،(بیروت: دار الفکر، ۱۹۷۸ء)8/264

Ibn sa’ad, abū ‘abd allah muḥammad,alṯabqāt alkubrā(beirūt: dār alfikar,1978)8/264

[16] المسلم، **الجامع الصحیح**، کتاب الجهاد والسير، باب غزوة النساءِ مع الرجال، ح:1809

Almuslim, aljāme’ alṣaḥīḥ,kitāb aljihād wa alsiyar, bāb:ghazwah alnisā ma’ alrijāl,ḥ:1809

[17] حلبی، علی بن برہان الدین، **سیرۃ الحلبیۃ**(بیروت: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ)2/504

ḥalbī,’alī bin burhān aldīn, sīrah alḥalbiyah(beirūt:dār alma’rifah,1400)2/504

[18] ابن سعد، **الطبقات الکبری**، 8/415

Ibn sa’ad, alṯabqāt alkubrā,8/415

[19] ایضاً

Ibid

[20] حاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد، **المستدرک علی الصحیحین** (بیروت: دار الکتب العلمیہ)4/65،ح:6897

ḥākim, abū ‘abd allah muḥammad bin ‘abd allah bin muḥammad, almustadrak ‘ala alṣaīḥain(beirūt:dār alkutab al’ilmiyah)4/65,ḥ:6897

[21] المسلم، **الجامع الصحیح**،كتاب فضائل الصحابة ، باب ذكر كذاب ثقيف ومبيرها،ح:25453

Almuslim, aljāme’ alṣaḥīḥ, kitāb faḏāil alṣaḥābah, bāb ḍikar kaḍāb thaqīf wa mabīruhā,ḥ:25453

[22] بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ، **شعب الایمان** (مکہ مکرمہ: دار الباز، ۱۹۹۴ء) ح:

Beihīqī,abū bakar aḥmad bin ḥusain bin ‘alī bin ‘abd allah bin mūsā,sha’b alīmān(makkah mukaramah:dār albāz,1994) 8743